قال اللہ تعالیٰ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا الآیۃ

مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج

تالیف

حضرت مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی

ناشر

مکتبہ رشیدیہ

قاری منزل مراد اسٹریٹ متصل پاکستان چوک کراچی

مطبوعہ ایجوکیشنل پریس کراچی

سید دلشاد حسین تحریر نمود

اظہارِ حقیقت

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

سیّدی و مولائی زبدۃ الفضلاء، قدوۃ العلماء حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دام مجدہٗ کے خاص شغف اور انہماک اور دیگر بزرگانِ ملت اور علماء امت کی توجہ اور برکت اور عملی جد و جہد سے ایک عرصہ سے مخصوص انداز میں تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام کا سلسلہ جاری ہے، جس سے باخبر طبقہ بخوبی واقف ہے،

مجھ بے علم اور سیاہ کار کو ان مقدس ہستیوں کا حکم ہوا کہ اس طرزِ تبلیغ اور اس کی ضرورت اور اہمیت کو قلمبند کیا جائے تاکہ سمجھنے اور سمجھانے میں آسانی ہو اور نفع عام ہو جائے،

تعمیلِ ارشاد میں یہ چند کلمات نذرِ قرطاس کئے جاتے ہیں جو اُن مقدس ہستیوں کے دریائے علوم و معارف کے چند قطرے اور اس باغیچۂ دینِ محمدی کے چند خوشے ہیں جو انتہائی عجلت میں جمع کئے گئے ہیں، اگر ان میں کوئی غلطی یا کوتاہی نظر سے گذرے تو وہ میری لغزشِ قلم اور بے علمی کا نتیجہ ہی، نظرِ لطف و کرم سے اس کی اصلاح فرما دیں تو موجبِ شکر و منت ہوگا،

حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل و کرم سے میری بداعمالیوں اور سیہ کاریوں کی پردہ پوشی فرما دیں، اور مجھے اور آپ کو ان مقدس ہستیوں کے طفیل سے اچھے اعمال اور اچھے کردار نصیب فرما دیں، اور اپنی رضا، و محبت اور اپنے پسندیدہ دین کی اشاعت اور اپنے برگزیدہ رسول صلعم کی اطاعت و فرمانبرداری کی دولت سے سرفراز فرما دیں،

خاکپائے بزرگاں
محمد احتشام الحسن
۱۸ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ

مدرسہ کاشف العلوم
بستی حضرت نظام الدین اولیاء
دھلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ خَاتِمِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنَ ط

آج سے تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال قبل جب دنیا کفر و ضلالت، جہالت و سفاہت کی تاریکیوں میں گھری ہوئی تھی، بطحا کی سنگ لاخ پہاڑیوں سے رشد و ہدایت کا ماہتاب نمودار ہوا اور مشرق و مغرب، شمال و جنوب غرض دنیا کے ہر ہر گوشہ کو اپنے نور سے منور کیا اور ۲۳ سال کے قلیل عرصہ میں بنی نوع انسان کو اس معراج ترقی پر پہنچایا کہ دنیا کی تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے، اور رشد و ہدایت، صلاح و فلاح کی وہ مشعل مسلمانوں کے ہاتھ میں دی جس کی روشنی میں ہمیشہ شاہراہ ترقی پر گامزن رہے، اور صدیوں اس شان و شوکت سے دنیا پر حکومت کی کہ ہر مخالف قوت کو ٹکرا کر پاش پاش ہونا پڑا، یہ ایک حقیقت ہے جو ناقابلِ انکار ہے، لیکن پھر بھی ایک پارینہ داستان ہے جس کا بار بار دُہرانا نہ تسلی بخش ہے اور نہ کارآمد اور مفید، جبکہ موجودہ مشاہدات اور واقعات خود ہماری سابقہ زندگی اور ہمارے اسلاف کے کارناموں پر بدنما داغ لگا رہے ہیں،

مسلمانوں کی تیرہ سو سالہ زندگی کو جب تاریخ کے اوراق میں دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم عزت و عظمت، شان و شوکت، دبدبہ و حشمت کے تنہا مالک اور اجارہ دار ہیں، لیکن جب ان اوراق سے نظر ہٹا کر موجودہ حالات کا مشاہدہ کیا جاتا ہے تو ہم انتہائی ذلت و خواری، افلاس و ناداری میں مبتلا نظر آتے ہیں، نہ زور و قوت ہے نہ زر و دولت ہے، نہ شان و شوکت ہے، نہ باہمی اُخوت و الفت، نہ عادات اچھی نہ اخلاق اچھے نہ اعمال اچھے نہ کردار اچھے، ہر بُرائی ہم میں موجود اور ہر بھلائی سے کوسوں دُور، اغیار ہماری اس زبوں حالی پر خوش ہیں اور برملا ہماری کمزوری کو اُچھالا جاتا ہے، اور ہمارا مضحکہ اُڑایا جاتا ہے، اسی پر بس نہیں بلکہ خود ہمارے جگر گوشے نئی تہذیب کے دلدادہ نوجوان، اسلام کے مقدس اصولوں کا مذاق اُڑاتے ہیں، بات بات پر تنقیدی نظر ڈالتے ہیں، اور اس شریعت مقدسہ کو ناقابلِ عمل، لغو اور بیکار گردانتے ہیں، عقل حیران ہے کہ جس قوم نے دنیا کو سیراب کیا وہ آج کیوں تشنہ ہے؟ جس قوم نے دنیا کو تہذیب و تمدن کا سبق پڑھایا وہ آج کیوں غیر مہذب اور غیر متمدن ہے؟

رہنمایانِ قوم نے آج سے بہت پہلے ہماری اس حالتِ زار کا اندازہ لگایا اور مختلف طریقوں پر ہماری اصلاح کے لئے جدوجہد کی مگر ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'

آج جب کہ حالت بد سے بدتر ہو چکی اور آنے والا زمانہ، ماسبق سے بھی زیادہ پُرخطر اور تاریک نظر آرہا ہے ہمارا خاموش بیٹھنا اور عملی جدوجہد نہ کرنا ایک ناقابلِ تلافی جرم ہو لیکن اس سے پہلے کہ ہم کوئی عملی قدم اٹھائیں ضروری ہو کہ ان اسباب پر غور کریں، جن کے باعث ہم اس ذلّت وخواری کے عذاب میں مبتلا کئے گئے ہیں، ہماری اس پستی اور انحطاط کے مختلف اسباب بیان کئے جاتے ہیں، اور ان کے ازالہ کی متعدد تدابیر اختیار کی گئیں لیکن ہر تدبیر ناموافق و ناکام ثابت ہوئی، جس کے باعث ہمارے رہبر بھی یاس وہراس میں گھرے ہوئے نظر آتے ہیں،

اصل حقیقت یہ ہے کہ اب تک ہمارے مرض کی تشخیص ہی پورے طور پر نہیں ہوئی یہ جو کچھ اسباب بیان کئے جاتے ہیں اصل مرض نہیں، بلکہ اس کے عوارض ہیں، پس تاوقتیکہ اصل مرض کی جانب توجہ نہ ہو گی اور مادۂ حقیقی کی اصلاح نہ ہو گی، عوارض کی اصلاح ناممکن اور محال ہے، پس جب تک کہ ہم اصل مرض کی ٹھیک تشخیص اور اس کا صحیح علاج معلوم نہ کرلیں ہمارا اصلاح کے بارے میں لب کشائی کرنا سخت ترین غلطی ہے،

ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہماری شریعت ایک مکمل قانونِ الٰہی ہے، جو ہماری دینی اور دنیوی فلاح و بہبود کا تاقیامِ قیامت ضامن ہے، پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم خود ہی اپنا مرض تشخیص کریں اور خود ہی اس کا علاج شروع کر دیں، بلکہ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم قرآنِ حکیم سے اپنا اصل مرض معلوم کریں، اور اسی مرکزِ رشد و ہدایت سے طریقِ علاج معلوم کر کے اس پر کاربند ہوں، جب قرآنِ حکیم قیامت تک کے لئے مکمل دستور العمل ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اس نازک حالت میں ہماری رہبری سے قاصر رہے، مالکِ ارض و سما جلّ وعلا کا سچا وعدہ ہے کہ روئے زمین کی بادشاہت و خلافت مؤمنوں کے لئے ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ	"اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے عمل

فِی الْاَرْضِ، (نور، ع ۶) — صالح کئے کہ انکو ضرور روئے زمین کا خلیفہ بنائے گا"

اور یہ بھی اطمینان دلایا ہے کہ مومن ہمیشہ کفار پر غالب رہیں گے، اور کافروں کا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا،

وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ (فتح، ع ۳)

"اور اگر تم سے یہ کافر لڑتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے پھر نہ پاتے کوئی یار و مددگار"

اور مومنوں کی نصرت اور مدد اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور وہی ہمیشہ سربلند اور سرفراز رہیں گے،

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (روم) وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (آل عمران)، وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (منفقون ع ۱)

"اور حق ہی ہم پر مدد ایمان والوں کی، اور تم ہمت مت ہارو اور رنج مت کرو، اور غالب تم ہی رہو گے اگر تم پورے مومن رہے اور اللہ ہی کی ہے عزت اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کی"

مذکورہ بالا ارشادات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی عزت، شان و شوکت، سربلندی و سرفرازی اور ہر برتری و خوبی انکی صفتِ ایمان کے ساتھ وابستہ ہے، اگر انکا تعلق خدا اور رسولؐ کے ساتھ مستحکم ہے (جو ایمان کا مقصود ہے) تو سب کچھ ان کا ہے، اور اگر خدانخواستہ اس رابطہ و تعلق میں کمی اور کمزوری پیدا ہوگئی ہے، تو پھر سراسر خسران اور ذلت و خواری ہے جیسا واضح طور پر بتلا دیا گیا،

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ (العصر)

قسم ہے زمانہ کی انسان بڑے خسارہ میں ہے، مگر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی فہمائش کرتے رہے،

ہمارے اسلاف عزت کے منتہا کو پہنچے ہوئے تھے اور ہم انتہائی ذلت و خواری میں مبتلا ہیں، پس معلوم ہوا کہ وہ کمالِ ایمان سے متصف تھے، اور ہم اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم ہیں جیسا کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے،

سَيَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُهٗ وَلَا مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ۔

"یعنی قریب ہی ایسا زمانہ آنیوالا ہے کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کے صرف نقوش رہ جائیں گے"

اب غور طلب امر یہ ہے کہ اگر واقعی ہم اس حقیقی اسلام سے محروم ہوگئے جو خدا اور رسولؐ

کے یہاں مطلوب ہے، اور جس کے ساتھ ہماری دین و دنیا کی فلاح و بہبود وابستہ ہے تو کیا ذریعہ ہے جس سے کھوئی ہوئی نعمت واپس آئے؟ اور وہ کیا اسباب ہیں جن کی وجہ سے روحِ اسلام ہم میں سے نکال لی گئی، اور ہم جسدِ بے جان رہ گئے، جب مصحفِ آسمانی کی تلاوت کی جاتی ہے اور "امّتِ محمدیہ" کی فضیلت اور برتری کی علت و غایت ڈھونڈی جاتی ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ اس امّت کو ایک اعلیٰ اور برتر کام سپرد کیا گیا تھا جس کی وجہ سے "خیرالامم" کا معزز خطاب اس کو عطا کیا گیا،

دنیا کی پیدائش کا مقصدِ اصلی خدا وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ذات و صفات کی معرفت ہے، اور یہ اُس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ بنی نوعِ انسان کو برائیوں اور گندگیوں سے پاک کرکے بھلائیوں اور خوبیوں کے ساتھ آراستہ نہ کیا جائے، اسی مقصد کیلئے ہزاروں رسولؑ اور نبی بھیجے گئے، اور آخر میں اس مقصد کی تکمیل کیلئے سید الانبیاء والمرسلینؐ کو مبعوث فرمایا اور اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ کا مژدہ سنایا گیا، اب چونکہ مقصد کی تکمیل ہو چکی تھی ہر بھلائی اور برائی کو کھول کھول کر بیان کر دیا گیا تھا، ایک مکمل نظامِ عمل دیا جا چکا تھا، اس لئے رسالت و نبوّت کے سلسلہ کو ختم کر دیا گیا، اور جو کام پہلے نبی اور رسول سے لیا جاتا تھا وہ قیامت تک "امّتِ محمدیہ" کے سپرد کر دیا گیا،

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط (آل عمران، ع ۱۲)	"اے امّتِ محمدیہ! تم افضل امّت ہو، تم کو لوگوں کے نفع کے لئے بھیجا گیا ہے، تم بھلی باتوں کو لوگوں میں پھیلاتے ہو اور بری باتوں سے اُن کو روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"
وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ ط وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (آل عمران، ع ۱۱)	"اور چاہئے کہ تم میں ایسی جماعت ہو کہ لوگوں کو خیر کی طرف بلائے اور بھلی باتوں کا حکم کرے اور بری باتوں سے منع کرے اور صرف وہی لوگ فلاح پانیوالے ہیں جو اس کام کو کرتے ہیں"

پہلی آیت میں "خیرامم" ہونے کی وجہ یہ بتلائی کہ تم بھلائی کو پھیلاتے ہو اور برائی سے روکتے ہو، دوسری آیت میں حصر کے ساتھ فرما دیا کہ فلاح و بہبود صرف انہی لوگوں کے لئے ہے جو اس کام کو انجام دے رہے ہیں، اسی پر بس نہیں بلکہ دوسری

صاف طور پر بیان کر دیا کہ اس کام کو انجام نہ دینا لعنت اور پھٹکار کا موجب ہے،

لُعِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ط ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ۝ كَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ط لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ۝

(مائدہ ع ۱۱)

بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے اُن پر لعنت کی گئی تھی داؤدؑ اور عیسیٰؑ ابن مریمؑ کی زبان سے یہ لعنت اس سبب سے ہوئی کہ انھوں نے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے جو بُرا کام انھوں نے کر رکھا تھا اُس سے باز نہ آتے تھے واقعی اُن کا یہ فعل بے شک بُرا تھا۔

اس آخری آیت کی مزید وضاحت احادیث ذیل سے ہوتی ہے :-

وَفِی السُّنَنِ وَالْمُسْنَدِ مِنْ حَدِیْثِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانَ اِذَا عَمِلَ الْعَامِلُ فِیْهِمْ بِالْخَطِیْئَةِ جَاءَهُ النَّاهِیْ تَعْزِیْرًا فَقَالَ یَا هٰذَا اِتَّقِ اللهَ فَاِذَا كَانَ مِنَ الْغَدِ جَالَسَهٗ وَاٰكَلَهٗ وَشَارَبَهٗ كَاَنَّهٗ لَمْ یَرَهٗ عَلٰی خَطِیْئَةٍ بِالْاَمْسِ فَلَمَّا رَاٰی عَزَّوَجَلَّ ذٰلِكَ مِنْهُمْ ضَرَبَ بِقُلُوْبِ بَعْضِهِمْ عَلٰی بَعْضٍ ثُمَّ لَعَنَهُمْ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّهِمْ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ۝ وَالَّذِیْ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَتَاْخُذُنَّ عَلٰی یَدِ السَّفِیْهِ وَلَتَاْطِرُنَّ عَلَی الْحَقِّ اَطْرًا اَوْ لَیَضْرِبَنَّ اللهُ بِقُلُوْبِ بَعْضِكُمْ عَلٰی بَعْضٍ ثُمَّ یَلْعَنُكُمْ كَمَا لَعَنَهُمْ ،

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں میں جب کوئی خطا کرتا تو روکنے والا اُس کو دھمکاتا اور کہتا کہ خدا سے ڈر پھر اگلے ہی دن اس کے ساتھ اُٹھتا بیٹھتا، کھاتا پیتا، گویا کل اس کو گناہ کرتے ہوئے دیکھا ہی نہیں، جب حق عزّ وجل نے اُن کا یہ برتاؤ دیکھا تو بعض کے قلوب کو بعض کے ساتھ خلط کر دیا، اور ان کے نبی داؤدؑ اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبانی اُن پر لعنت کی، اور یہ اس لئے کہ انھوں نے خدا کی نافرمانی کی، اور حد سے تجاوز کیا، قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے تم ضرور اچھی باتوں کا حکم کرو اور بُری باتوں سے منع کرو، اور چاہئے کہ بیوقوف نادان کا ہاتھ پکڑو اور اس کو حق بات پر مجبور کرو ورنہ حق تعالیٰ تمھارے قلوب کو بھی خلط ملط کر دینگے، اور پھر تم پر بھی لعنت

(۲) وَفِیْ سُنَنِ اَبِیْ دَاوٗدَ وَابْنِ مَاجَۃَ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رض قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ رَّجُلٍ یَّکُوْنُ فِیْ قَوْمٍ یَّعْمَلُ فِیْھِمْ بِالْمَعَاصِیْ یَقْدِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْ یُّغَیِّرُوْا عَلَیْہِ وَلَا یُغَیِّرُوْنَ اِلَّا اَصَابَھُمُ اللّٰہُ بِعِقَابٍ قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتُوْا،

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی جماعت اور قوم میں کوئی شخص گناہ کرتا ہے اور وہ قوم باوجود قدرت اس کو نہیں روکتی تو اُن پر مرنے سے پہلے ہی حق تعالیٰ اپنا عذاب بھیج دیتے ہیں، یعنی دنیا ہی میں اُن کو طرح طرح کے مصائب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔"

(۳) وَرَوَی الْاَصْبَھَانِیُّ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزَالُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تَنْفَعُ مَنْ قَالَھَا وَتَرُدُّ عَنْھُمُ الْعَذَابَ وَالنِّقْمَۃَ مَالَمْ یَسْتَخِفُّوْا بِحَقِّھَا قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا الْاِسْتِخْفَافُ بِحَقِّھَا قَالَ یَظْھَرُ الْعَمَلُ بِمَعَاصِی اللّٰہِ فَلَا یُنْکَرُ وَلَا یُغَیَّرُ،

(ترغیب)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ اپنے پڑھنے والے کو نفع دیتا ہے اور اس سے عذاب بلا دور کرتا ہے جب تک اسکے حقوق کی بے پروائی نہ برتی جائے، صحابہؓ نے عرض کیا اس کے حقوق کی بے پروائی کیا ہے؟ حضورِ اقدسؐ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کی نافرمانی کھلے طور پر کی جائے اور نہ اُن کے بند کرنے کی کوشش کی جائے۔"

(۴) عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَعَرَفْتُ فِیْ وَجْھِہٖ اَنْ قَدْ حَضَرَہٗ شَیْءٌ فَتَوَضَّاَ وَمَا کَلَّمَ اَحَدًا فَلَصِقْتُ بِالْحُجْرَۃِ اَسْتَمِعُ مَا یَقُوْلُ فَقَعَدَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ وَقَالَ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ لَکُمْ مُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَانْھَوْا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے چہرۂ انور پر ایک خاص اثر دیکھکر محسوس کیا کہ کوئی اہم بات پیش آئی ہے، حضورِ اقدسؐ نے کسی سے کوئی بات نہ کی، اور وضو فرماکر مسجد میں تشریف لے گئے، میں مسجد کی دیوار سے لگ گئی، تاکہ کوئی ارشاد ہو تو اس کو سنوں، حضورِ اقدسؐ منبر پر جلوہ افروز ہوئے، اور حمد وثنا کے بعد

عَنِ الْمُنْکَرِ قَبْلَ اَنْ تَدْعُوْا فَلَا اُجِیْبَ لَکُمْ وَتَسْأَلُوْنِیْ فَلَا اُعْطِیَکُمْ وَتَسْتَنْصِرُوْنِیْ فَلَا اَنْصُرَکُمْ فَمَا زَادَ عَلَیْھِنَّ حَتّٰی نَزَلَ۔ (ترغیب)

فرمایا" لوگو! اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بھلی باتوں کا حکم کرو اور بُری باتوں سے منع کرو، مبادا وہ وقت آجائے کہ تم دعاء مانگو اور میں اس کو قبول نہ کروں اور تم مجھ سے سوال کرو اور میں اس کو پورا نہ کروں اور تم مجھ سے مدد چاہو اور میں تمھاری مدد نہ کروں" حضور اقدس صلعم نے صرف یہ کلمات ارشاد فرمائے اور منبر سے اتر گئے۔

(۵) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا عَظَّمَتْ اُمَّتِیَ الدُّنْیَا نُزِعَتْ مِنْھَا ھَیْبَۃُ الْاِسْلَامِ وَاِذَا تَرَکَتِ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّھْیَ عَنِ الْمُنْکَرِ حُرِمَتْ بَرَکَاتُ الْوَحْیِ وَاِذَا تَسَابَّتْ اُمَّتِیْ سَقَطَتْ مِنْ عَیْنِ اللّٰہِ، (کذا فی الدر عن الحکیم الترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میری امّت دنیا کو قابلِ وقعت وعظمت سمجھنے لگے گی تو اسلام کی وقعت وہیبت انکے قلوب سے نکل جائیگی، اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دیگی تو وحی کی برکات سے محروم ہو جائیگی، اور جب آپس میں ایک دوسرے کو سب وشتم کرنا اختیار کرے گی تو اللہ جل شانہ، کی نگاہ سے گر جائے گی"

احادیثِ مذکورہ پر غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو چھوڑنا خدا وحدہٗ لاشریک کی لعنت اور غضب کا باعث ہے، اور جب امتِ محمدیہ اس کام کو چھوڑ دیگی تو سخت مصائب وآلام اور ذلت وخواری میں مبتلا کر دیجائیگی، اور ہر قسم کی غیبی نصرت ومدد سے محروم ہو جائے گی، اور یہ سب کچھ اس لئے ہوگا کہ اس نے اپنے فرضِ منصبی کو نہیں پہچانا، اور جس کام کی انجام دہی کی ذمہ دار تھی اس سے غافل رہی، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ایمان کا خاصہ اور جزو لازمی قرار دیا اور اس کے چھوڑنے کو ایمان کے ضعف و اضمحلال کی علامت بتلایا،

حدیث ابوسعید خدریؓ میں ہے مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ،
یعنی تم میں سے جب کوئی شخص بُرائی کو دیکھے تو چاہئے کہ اپنے ہاتھوں سے کام لیکر اس کو دُور کرے، اور اگر اس کی طاقت نہ پائے تو زبان سے اور اگر اس کی بھی

طاقت نہ پائے تو دل سے، اور یہ آخری صورت ایمان کی بڑی کمزوری کا درجہ ہے"!
پس جس طرح آخری درجہ اضعف ایمان کا ہوا، اسی طرح پہلا درجہ کمالِ دعوت اور کمالِ ایمان کا ہوا،

اس سے بھی واضح تر حدیث ابن مسعودؓ کی ہے:۔ مَامِنْ نَبِیٍّ بَعَثَہُ اللّٰہُ قَبْلِیْ اِلَّاکَانَ لَہٗ فِیْ اُمَّتِہٖ حَوَارِیُّوْنَ وَاَصْحَابٌ یَّاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِہٖ وَیَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِہٖ ثُمَّ اِنَّھَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِھِمْ خُلُوْفٌ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ وَیَفْعَلُوْنَ مَا لَا یُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِیَدِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِلِسَانِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِقَلْبِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَلَیْسَ وَرَاءَ ذٰلِکَ مِنَ الْاِیْمَانِ حَبَّۃُ خَرْدَلٍ (مسلم) "یعنی سنتِ الٰہی یہ ہے کہ ہر نبی اپنے ساتھیوں اور تربیت یافتہ یاروں کی ایک جماعت چھوڑ جاتا ہے، یہ جماعت نبی کی سنت کو قائم رکھتی ہے اور ٹھیک ٹھیک اس کی پیروی کرتی ہے، یعنی شریعتِ الٰہی کو جس حال اور جس شکل میں نبی چھوڑ گیا ہے اس کو بعینہ محفوظ رکھتے ہیں اور اس میں ذرا بھی فرق نہیں آنے دیتے، لیکن اس کے بعد شر و فتن کا دور آتا ہے، اور ایسے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں جو طریقۂ نبی سے ہٹ جاتے ہیں اُن کا فعل اُن کے دعوے کے خلاف ہوتا ہے، اور اُن کے کام ایسے ہوتے ہیں جن کے لئے شریعت نے حکم نہیں دیا، سو ایسے لوگوں کے خلاف جس شخص نے قیامِ حق و سنت کی راہ میں اپنے ہاتھ سے کام لیا وہ مؤمن ہے، اور جو ایسا نہ کر سکا مگر زبان سے کام لیا وہ بھی مؤمن ہے، اور جس سے یہ بھی نہ ہو سکا اور دل کے اعتقاد اور نیت کے ثبات کو ان کے خلاف کام میں لایا وہ بھی مؤمن ہے، لیکن اس آخری درجہ کے بعد ایمان کا کوئی درجہ نہیں اس پر ایمان کی سرحد ختم ہو جاتی ہے، حتیٰ کہ اب رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہو سکتا،

اس کام کی اہمیت اور ضرورت کو امام غزالیؒ نے اس طرح ظاہر فرمایا ہے:۔

"اس میں شک نہیں کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر دین کا ایسا زبردست رکن ہے جس سے دین کی تمام چیزیں وابستہ ہیں، اس کو انجام دینے کے لئے حق تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا اگر خدانخواستہ اسکو بالائے طاق رکھ دیا جائے اور اس کے علم و عمل کو ترک کر دیا جائے تو اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ نبوت

کا بیکار ہونا لازم آئے گا، دیانت جو شرافتِ انسانی کا خاصہ ہے مضمحل اور افسردہ ہو جائے گی کاہلی اور سستی عام ہو جائے گی، گمراہی اور ضلالت کی شاہراہیں کھل جائیں گی، جہالت عالمگیر ہو جائے گی، تمام کاموں میں خرابی آجائے گی، آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی، آبادیاں خراب ہو جائیں گی، مخلوق تباہ و برباد ہو جائے گی، اور اس تباہی و بربادی کی اُس وقت خبر ہوگی جب روزِ محشر کو خدائے بالا و برتر کے سامنے پیشی اور باز پُرس ہوگی"

افسوس صد افسوس! جو خطرہ تھا وہ سامنے آگیا، جو کھٹکا تھا آنکھوں نے دیکھ لیا كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا ۔ فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ہ اس سرسبز ستون کے علم وعمل کے نشانات مٹ چکے، اس کی حقیقت و رسوم کی برکتیں نیست و نابود ہوگئیں، لوگوں کی تحقیر و تذلیل کا سکہ قلوب پر جم گیا، خدائے پاک کے ساتھ قلبی تعلق مٹ چکا، اور نفسانی خواہشات کے اتباع میں جانوروں کی طرح بیباک ہوگئے، رُوئے زمین پر ایسے صادق مؤمن کا ملنا دشوار و کمیاب ہی نہیں بلکہ معدوم ہوگیا، جو اظہارِ حق کی وجہ سے کسی کی ملامت گوارا کرے،

اگر کوئی مردِ مؤمن اس تباہی اور بربادی کے ازالہ میں سعی کرے اور اس سنت کے احیاء میں کوشش کرے، اور اس مبارک بوجھ کو لے کر کھڑا ہو اور آستینیں چڑھا کر اس سنت کے زندہ کرنے کے لئے میدان میں آئے تو یقیناً وہ شخص تمام مخلوق میں ایک ممتاز اور نمایاں ہستی کا مالک ہوگا،

امام غزالیؒ نے جن الفاظ میں اس کام کی اہمیت اور ضرورت کو بیان کیا ہے وہ ہماری تنبیہ اور بیداری کے لئے کافی ہیں،

ہمارے اس قدر اہم فریضہ سے غافل ہونے کی چند وجوہ معلوم ہوتی ہیں؛

پہلی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اس فریضہ کو علماء کے ساتھ خاص کر لیا، حالانکہ خطاباتِ قرآنی عام ہیں، جو امتِ محمدیہؐ کے ہر ہر فرد کو شامل ہیں اور صحابۂ کرام ... اور خیر القرون کی زندگی اس کے لئے شاہدِ عدل ہے:۔

فریضۂ تبلیغ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو علماء کے ساتھ خاص کر لینا اور پھر ان کے بھروسہ پر اس اہم کام کو چھوڑ دینا ہماری سخت نادانی ہے، علماء کا

کام راہِ حق بتلانا اور سیدھا راستہ دکھلانا ہے پھر اس کے موافق عمل کرانا اور مخلوقِ خدا کو اس پر چلانا یہ دوسرے لوگوں کا کام ہے، اس کی جانب اس حدیث شریف میں تنبیہ کی گئی ہے:۔

أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ فَالْأَمِيْرُ الَّذِيْ عَلَى النَّاسِ رَاعٍ عَلَيْهِمْ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُمْ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى أَهْلِ بَيْتِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُمْ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهٖ وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُمْ وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلٰى مَالِ سَيِّدِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُ فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ۔

"بے شک تم سب کے سب نگہبان ہو اور تم سب اپنی رعیت کے بارے میں سوال کئے جاؤ گے، پس بادشاہ لوگوں پر نگہبان ہے، وہ اپنی رعیت کے بارے میں سوال کیا جاوے گا اور مرد اپنے گھر والوں پر نگہبان ہے، اور اس سے اُن کے بارے میں سوال کیا جاوے گا، اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اولاد پر نگہبان ہو وہ ان کے بارے میں سوال کی جاوے گی، اور غلام اپنے مالک کے مال پر نگہبان ہے، وہ اس سے اُس کے بارے میں سوال کیا جائے گا، پس تم سب نگہبان ہو اور تم سب اپنی رعیت کے بارے میں سوال کیا جاوے گا"

اور اسی کو واضح طور پر اس طرح بیان فرمایا ہے:۔

قَالَ الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ۔ (مسلم)

"حضور اقدس صلعم نے فرمایا دین سراسر نصیحت ہے، (صحابہؓ نے) عرض کیا کس کے لئے؟ فرمایا اللہ کے لئے اور اللہ کے رسول کے لئے اور مسلمانوں کے مقتداؤں کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے"۔

اگر بفرضِ محال مان بھی لیا جائے کہ یہ علماء کا کام ہے تب بھی اس وقت فضا کا مقتضیٰ یہی ہے کہ ہر شخص اس کام میں لگ جائے، اور اعلاءِ کلمۃ اللہ اور حفاظتِ دینِ متین کے لئے کمر بستہ ہو جائے،

دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ اگر ہم خود اپنے ایمان میں پختہ ہیں، تو دوسروں کی گمراہی ہمارے لئے نقصان دہ نہیں، جیسا کہ اس آیتِ شریفہ

کا مفہوم ہے :-

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ (مائدہ ، ع ۱۴)	"اے ایمان والو! اپنی فکر کرو، جب تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ ہے اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں" (بیان القرآن)

لیکن در حقیقت آیت سے یہ مقصود نہیں جو ظاہر میں سمجھا جا رہا ہے، اس لئے کہ یہ معنی حکمتِ خداوندیہ اور تعلیماتِ شرعیہ کے بالکل خلاف ہیں، شریعت اسلامی نے اجتماعی زندگی اور اجتماعی اصلاح اور اجتماعی ترقی کو اصل بتلایا ہے، اور امتِ مسلمہ کو بمنزلہ ایک جسم کے قرار دیا ہے کہ اگر ایک عضو میں درد ہو جائے تو تمام جسم بے چین ہو جاتا ہے،

بات دراصل یہ ہے کہ بنی نوع انسان خواہ کتنی ہی ترقی کر جائے اور کمال کو پہنچ جائے اس میں ایسے لوگوں کا ہونا بھی ضروری ہے جو سیدھے رستہ کو چھوڑ کر گمراہی میں مبتلا ہوں تو آیت میں مومنوں کے لئے تسلی ہے کہ جب تم ہدایت اور صراطِ مستقیم پر قائم ہو تو تم کو ان لوگوں سے مضرت کا اندیشہ نہیں جنھوں نے بھٹک کر سیدھا رستہ چھوڑ دیا،

نیز اصل ہدایت یہ ہے کہ انسان شریعت محمدیہ کو مع تمام احکام کے قبول کرے، اور منجملہ خداوندی احکام کے ایک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ہے.

ہمارے اس قول کی تائید حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کے ارشاد سے ہوتی ہے :-

عَنْ اَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ قَالَ اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّکُمْ تَقْرَءُوْنَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوُا الْمُنْکَرَ فَلَمْ یُغَیِّرُوْہُ اَوْشَکَ اَنْ	"حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے فرمایا اے لوگو! تم یہ آیت یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ پیش کرتے ہو اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جب لوگ خلاف شرع کسی چیز کو دیکھیں اور اس میں تغیر نہ کریں تو قریب ہے کہ حق تعالیٰ اُن لوگوں

یَعُمَّہُمُ اللہُ بِعِقَابِہٖ، | کو اپنے عمومی عذاب میں مبتلا فرمادے"۔

علماءِ محققین نے بھی آیت کے یہی معنی لئے ہیں، امام نوویؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں؛

"علماءِ محققین کا صحیح مذہب اس آیت کے معنی میں یہ ہے کہ جب تم اس چیز کو ادا کر دو جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے تو تمہارے غیر کی کوتاہی تمہیں مضرت نہ پہونچائے گی، جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی، اور جب ایسا ہے تو منجملہ ان اشیاء کے جن کا حکم دیا گیا امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے پس جب کسی شخص نے اس حکم کو پورا کر دیا اور مخاطب نے اس کی تعمیل نہ کی تو اب ناصح پر کوئی عتاب اور سرزنش نہیں، اس لئے کہ جو کچھ اس کے ذمہ واجب تھا، اور وہ امر ونہی ہے، اس نے اس کو ادا کر دیا، دوسرے کا قبول کرنا اس کے ذمہ نہیں، واللہ اعلم"۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ عوام وخواص، عالم وجاہل ہر شخص اصلاح سے مایوس ہو گیا اور انھیں یقین ہو گیا کہ اب مسلمانوں کی ترقی اور ان کا عروج ناممکن اور دشوار ہے، جب کسی شخص کے سامنے کوئی اصلاحی نظام پیش کیا جاتا ہے، تو جواب یہی ملتا ہے کہ مسلمانوں کی ترقی اب کیسے ہو سکتی ہے جبکہ اُن کے پاس نہ سلطنت وحکومت ہے نہ مال وزر اور سامانِ حرب اور نہ مرکزی حیثیت، اور نہ قوّتِ بازو اور نہ باہمی اتفاق واتحاد،

بالخصوص دیندار طبقہ تو بزعمِ خود یہ طے کر چکا ہے کہ اب چودھویں صدی ہے زمانۂ رسالتؐ کو بُعد ہو چکا، اب اسلام اور مسلمانوں کا انحطاط ایک لازمی شے ہے، پس اس کے لئے جدّ وجہد کرنا عبث اور بیکار ہے، یہ صحیح ہے کہ جس قدر مشکوٰۃِ نبوّت سے بُعد ہوتا جائے گا حقیقی اسلام کی شعاعیں ماند پڑتی جائیں گی، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بقاءِ شریعت اور حفاظتِ دینِ محمّدیؐ کے لئے جدّ وجہد اور سعی نہ کی جائے، اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا اور ہمارے اسلاف بھی خدانخواستہ یہی سمجھ لیتے تو آج ہم تک اس دین کے پہونچنے کی کوئی سبیل نہ تھی، البتہ جبکہ زمانہ ناموافق ہے تو رفتارِ زمانہ کو دیکھتے ہوئے زیادہ ہمت اور استقلال کے

ساتھ اس کام کو لے کر کھڑے ہونے کی ضرورت ہے،

تعجب ہے کہ جو مذہب سراسر عمل اور جدّ وجہد پر مبنی تھا آج اس کے پیرو عمل سے یکسر خالی ہیں، حالانکہ قرآن مجید اور حدیث شریف میں جگہ جگہ عمل اور جہد کا سبق پڑھایا اور بتلایا ہے کہ ایک عبادت گذار تمام رات نفل پڑھنے والا دن بھر روزہ رکھنے والا، اللہ اللہ کرنے والا ہرگز اس شخص کے برابر نہیں ہو سکتا جو دوسروں کی اصلاح اور ہدایت کی فکر میں بے چین ہو،

قرآن کریم نے جگہ جگہ جہاد فی سبیل اللہ کی تاکید کی، اور مجاھد کی فضیلت اور برتری کو نمایاں کیا:۔

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ۚ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ دَرَجَاتٍ مِنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

"برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے رہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کریں، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ بہت زیادہ بلند کیا ہے جو اپنے مال و جان سے جہاد کرتے ہیں بہ نسبت گھر میں بیٹھنے والوں کے، اور سب سے اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا وعدہ کر رکھا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بمقابلہ گھر میں بیٹھنے والوں کے اجر عظیم دیا ہے یعنی بہت سے درجے جو خدا کی طرف سے ملیں گے، اور مغفرت اور رحمت، اور اللہ بڑی مغفرت اور رحمت والے ہیں"

اگرچہ آیت میں جہاد سے مراد کفار کے مقابلہ میں سینہ سپر ہونا ہی تاکہ اسلام کا بول بالا ہو اور کفر و شرک مغلوب و مقہور ہو لیکن اگر بدقسمتی سے آج ہم اس سعادتِ عظمیٰ سے محروم ہیں، تو اس مقصد کے لئے جس قدر جدّ وجہد ہماری مقدرت اور استطاعت میں ہے، اس میں تو ہرگز کوتاہی نہ کرنی چاہئے، پھر ہماری یہی معمولی حرکت عمل اور جدّ وجہد ہمیں کشاں کشاں آگے بڑھائیگی،

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا، یعنی جو لوگ ہمارے دین کے لئے کوشش کرتے ہیں ہم اُن کے لئے اپنے راستے کھول دیتے ہیں،

اس میں شک نہیں کہ دینِ محمدیؐ کی بقاء اور تحفظ کا حق تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے لیکن اس کے لئے ہمارا عمل اور سعی مطلوب ہے، صحابہ کرامؓ نے اس کے لئے جس قدر انتھک کوشش کی اسی قدر ثمرات بھی مشاہدہ کئے اور غیبی نصرت سے سرفراز ہوئے، ہم بھی اُن کے نام لیوا ہیں، اگر اب بھی ہم ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کریں، اور اعلاءِ کلمۃ اللہ اور اشاعتِ اسلام کے لئے کمر بستہ ہو جائیں تو یقیناً ہم بھی نصرتِ خداوندی اور امدادِ غیبی سے سرفراز ہوں گے، اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ۔ یعنی اگر تم خدا کے دین کی مدد کے لئے کھڑے ہو جاؤ گے تو خدا تمہاری مدد کریگا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا؛

چوتھی وجہ یہ ہے کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جب ہم خود ان باتوں کے پابند نہیں اور اس منصب کے اہل نہیں تو دوسروں کو کس مُنہ سے نصیحت کریں، لیکن یہ نفس کا صریح دھوکہ ہے، جب ایک کام کرنے کا ہے اور حق تعالیٰ کی جانب سے ہم اس کے مامور ہیں تو پھر ہمیں اس میں پس وپیش کی گنجائش نہیں، ہمیں خدا کا حکم سمجھ کر کام شروع کر دینا چاہئے، پھر انشاء اللہ یہی جد وجہد ہماری پختگی، استحکام اور استقامت کا باعث ہوگی، اور اسی طرح کرتے کرتے ایک دن تقرب خداوندی کی سعادت نصیب ہو جائے گی، یہ ناممکن اور محال ہے کہ ہم حق تعالیٰ کے کام میں جدّ وجہد کریں اور وہ رحمٰن ورحیم ہماری طرف نظرِ کرم نہ فرمائے، میرے اس قول کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا نَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ حَتّٰی نَعْمَلَ بِهٖ كُلِّهٖ وَلَا نَنْهٰی عَنِ الْمُنْكَرِ حَتّٰی نَجْتَنِبَهٗ كُلَّهٗ فَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَلْ مُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَاِنْ لَمْ تَعْمَلُوْا بِهٖ كُلِّهٖ وَانْهَوْا

”حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! ہم بھلائیوں کا حکم نہ کریں جب تک خود تمام پر عمل نہ کریں، اور برائیوں سے منع نہ کریں جبتک خود تمام برائیوں سے نہ بچیں؟ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا، نہیں بلکہ

عَنِ الْمُنْكَرِ وَإِنْ لَمْ تَجْتَنِبُوهُ كُلَّهُ (رواہ الطبرانی فی الصغیر الاوسط)	تم بھلی باتوں کا حکم کرو اگرچہ تم خود ان سب کے پابند نہ ہو اور برائیوں سے منع

کرو، اگرچہ تم خود ان سب سے نہ بچ رہے ہو"

پانچویں وجہ یہ ہے کہ ہم سمجھ رہے ہیں کہ جگہ جگہ مدارسِ دینیہ کا قائم ہونا، علماء کا وعظ و نصیحت کرنا، خانقاہوں کا آباد ہونا، مذہبی کتابوں کا تصنیف ہونا، رسالوں کا جاری ہونا، یہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے شعبے ہیں، اور ان کے ذریعہ اس فریضہ کی ادائیگی ہو رہی ہے، اس میں شک نہیں کہ ان سب اداروں کا قیام اور بقاء بہت ضروری ہے، اور ان کی جانب اعتناء اہم امور سے ہے، اس لئے کہ دین کی جو کچھ تھوڑی بہت جھلک دکھائی دے رہی ہے وہ انہی اداروں کے مبارک آثار ہیں، لیکن پھر بھی اگر غور سے دیکھا جائے تو ہماری موجودہ ضرورت کے لئے یہ ادارے کافی نہیں، اور ان پر اکتفاء کرنا ہماری کھلی غلطی ہے، اس لئے کہ ان اداروں سے ہم اُس وقت منتفع ہو سکتے ہیں جب ہم میں دین کا شوق اور طلب ہو اور مذہب کی وقعت اور عظمت ہو، اب سے پچاس سال پہلے ہم میں طلب اور شوق موجود تھا، اور ایمانی جھلک دکھائی دیتی تھی، اس لئے ان اداروں کا قیام ہمارے لئے کافی تھا، لیکن آج غیر اقوام کی انتھک کوششوں نے ہمارے اسلامی جذبات بالکل فنا کر دیئے، اور طلب و رغبت کے بجائے آج ہم مذہب سے متنفر اور بیزار نظر آتے ہیں، ایسی حالت میں ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم مستقل کوئی تحریک ایسی شروع کریں جس سے عوام میں دین کے ساتھ تعلق اور شوق و رغبت پیدا ہو، اور ان کے سوئے ہوئے جذبات بیدار ہوں، پھر ہم ان اداروں سے اُن کی شان کے مطابق منتفع ہو سکتے ہیں، ورنہ اسی طرح اگر دین سے بے رغبتی اور بے اعتنائی بڑھتی گئی تو ان اداروں سے انتفاع تو درکنار ان کی بقا بھی دشوار نظر آتی ہے،

چھٹی وجہ یہ ہے کہ جب ہم اس کام کو لے کر دوسروں کے پاس جاتے ہیں تو وہ بری طرح پیش آتے ہیں، اور سختی سے جواب دیتے ہیں، اور ہماری توہین و تذلیل کرتے ہیں، لیکن ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ کام انبیاء کرام کی نیابت ہے،

اور ان مصائب و مشقتوں میں مبتلا ہونا اس کام کا خاصہ ہے، اور یہ سب مصائب و تکالیف بلکہ اس سے بھی زائد انبیاء کرام نے اس راہ میں برداشت کیں، حق تعالے کا ارشاد ہے :۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ٥ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ٥ (حجر ع ۱)	"ہم بھیج چکے ہیں رسول تم سے پہلے اگلے لوگوں کے گروہوں میں اور ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا تھا، مگر یہ اس کی ہنسی اڑاتے تھے"،

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "دعوتِ حق کی راہ میں جس قدر مجھ کو اذیت اور تکلیف میں مبتلا کیا گیا ہے کسی نبی اور رسول کو نہیں کیا گیا،

پس جب سردارِ دو عالم اور ہمارے آقا و مولیٰ نے ان مصائب اور مشقتوں کو تحمل اور بُردباری کے ساتھ برداشت کیا، تو ہم بھی اُن کے پیرو ہیں، اور انہی کا کام لے کر کھڑے ہوئے ہیں، ہمیں بھی ان مصائب سے پریشان نہ ہونا چاہئے، اور تحمل اور بردباری کے ساتھ اُن کو برداشت کرنا چاہئے،

ماسبق سے یہ بات بخوبی معلوم ہو گئی کہ ہمارا اصل مرض روحِ اسلامی اور حقیقتِ ایمانی کا ضعف اور اضمحلال ہے، ہمارے اسلامی جذبات فنا ہو چکے، اور ہماری ایمانی قوت زائل ہو چکی، اور جب اصل شے میں انحطاط آ گیا تو اس کے ساتھ جتنی خوبیاں اور بھلائیاں وابستہ تھیں ان کا انحطاط پذیر ہونا بھی لابدی اور ضروری تھا، اس ضعف اور انحطاط کا سبب اُس اصل شے کا چھوڑ دینا ہے جس پر تمام دین کی بقاء اور دار و مدار ہے، اور وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے، ظاہر ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک اس کے افراد خوبیوں اور کمالات سے آراستہ نہ ہوں،

پس ہمارا علاج صرف یہ ہے کہ ہم فریضۂ تبلیغ کو اس طرح لے کر کھڑے ہوں جس سے ہم میں قوتِ ایمانی بڑھے، اور اسلامی جذبات اُبھریں، ہم خدا اور رسول کو پہچانیں اور احکامِ خداوندی کے سامنے سرنگوں ہوں اور اس کے لئے ہمیں وہی طریقہ اختیار کرنا ہوگا جو سیدالانبیاء والمرسلین نے مشرکینِ عرب

کی اصلاح کے لئے اختیار فرمایا:-

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ط

"بے شک تمہارے لئے رسول اللہؐ میں اچھی پیروی ہے۔"

اسی کی جانب امام مالک رضی اللہ عنہ اشارہ فرماتے ہیں لَنْ يُّصْلِحَ آخِرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ إِلَّا مَا أَصْلَحَ أَوَّلَهَا، یعنی اس امتِ محمدیہؐ کے آخر میں آنے والے لوگوں کی ہرگز اصلاح نہیں ہو سکتی، جب تک کہ وہی طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس نے ابتدا میں اصلاح کی ہے،

جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعوتِ حق لے کر کھڑے ہوئے، آپؐ تنہا تھے، کوئی آپؐ کا ساتھی اور ہم خیال نہ تھا، کوئی دنیوی طاقت آپؐ کو حاصل نہ تھی، آپؐ کی قوم میں خودسری اور خودرائی انتہائی درجہ کو پہنچی ہوئی تھی، ان میں سے کوئی حق بات سننے اور اطاعت کرنے پر آمادہ نہ تھا، بالخصوص جس کلمۂ حق کی آپؐ تبلیغ کرنے کھڑے ہوئے تھے اس سے تمام قوم کے قلوب متنفر اور بیزار تھے، ان حالات میں کونسی طاقت تھی جس سے ایک مفلس ونادار اور بے یار و مددگار انسان نے تمام قوم کو اپنی طرف کھینچا، اب غور کیجئے کہ وہ آخر کیا چیز تھی جس کی طرف آپؐ نے مخلوق کو بُلایا، اور جس شخص نے اس چیز کو پا لیا وہ پھر ہمیشہ کے لئے آپؐ کا ہو رہا، دنیا جانتی ہے کہ وہ صرف ایک سبق تھا، جو آپؐ کا مطمحِ نظر اور مقصودِ اصلی تھا جس کو آپؐ نے لوگوں کے سامنے پیش کیا،

أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ،
(آل عمران ع ۷)

"بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی دوسرے کو رب قرار نہ دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر۔"

اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سوا ہر شے کی عبادت اور اطاعت اور فرمانبرداری کی ممانعت کی، اور اغیار کے تمام بندھنوں اور علاقوں کو توڑ کر ایک نظامِ عمل مقرر کر دیا اور بتلا دیا کہ اس سے ہٹ کر کسی دوسری طرف رُخ نہ کرنا،

اِتَّبِعُوْا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ

"تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمہارے

وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ط (اعراف، ع ۱)

پاس تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اور خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں کا اتباع مت کرو"

یہی وہ اصل تعلیم تھی جس کی اشاعت کا آپؐ کو حکم دیا گیا،

اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ط إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ہ (نحل، ع ۱۶)

"اے محمدؐ! بلاؤ لوگوں کو اپنے رب کے رستہ کی طرف، حکمت اور نیک نصیحت سے اور اُن کے ساتھ بحث کرو جس طرح بہتر ہو، بیشک تمہارا رب ہی خوب جانتا ہے اس شخص کو جو گمراہ ہوا اس کی راہ سے، وہی خوب جانتا ہے راہ چلنے والوں کو

اور یہی وہ شاہراہ تھی جو آپؐ اور آپؐ کے ہر پیرو کے لئے مقرر کی گئی،

قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي ۖ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ہ (یوسف، ع ۱۲)

"کہہ دو یہ ہی میرا رستہ، بلاتا ہوں، اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر، میں اور جتنے میرے تابع ہیں وہ بھی، اور اللہ پاک ہے اور میں شریک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں"

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ہ (حٰمٓ سجدہ، ع ۴)

"اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو خدا کی طرف بُلائے اور نیک عمل کرے اور کہے میں فرمانبرداروں میں سے ہوں"

پس اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی مخلوق کو بُلانا، بھٹکے ہوؤں کو راہِ حق دکھلانا، گمراہوں کو ہدایت کا راستہ دکھلانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وظیفہ حیات اور آپؐ کا مقصدِ اصلی تھا، اور اسی مقصد کی نشو ونما اور آبیاری کے لئے ہزاروں نبی اور رسول بھیجے گئے،

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن

"اور ہم نے نہیں بھیجا تم سے پہلے

رَسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ٥ (الانبیاء، ع۲)	کوئی رسول مگر اس کی جانب یہی وحی بھیجتے تھے کہ کوئی معبود نہیں بجز میرے پس میری بندگی کرو۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور دیگر انبیاء کرام ؑ کے مقدس لمحاتِ زندگی پر جب نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ سب کا مقصد اور نصب العین صرف ایک ہے، اور وہ اللہ رب العالمین وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ذات و صفات کا یقین کرنا یہی ایمان اور اسلام کا مفہوم ہے اور اسی لئے انسان کو دنیا میں بھیجا گیا، وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ٥ "یعنی ہم نے جنات اور انسان کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ بندہ بن کر زندگی بسر کریں۔"

اب جب کہ مقصدِ زندگی واضح ہو گیا اور اصل مرض اور اس کے معالجے کی نوعیت معلوم ہو گئی تو طریقِ علاج کی تجویز میں زیادہ دشواری پیش نہ آئے گی، اور اس نظریئے کے ماتحت جو بھی علاج کا طریقہ اختیار کیا جائے گا انشاء اللہ نافع اور سود مند ہو گا،

ہم نے اپنی نارسا فہم کے مطابق مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے ایک نظامِ عمل تجویز کیا ہے، جس کو فی الحقیقت اسلامی زندگی یا اسلاف کی زندگی کا نمونہ کہا جا سکتا ہے، جس کا اجمالی نقشہ آپ کی خدمت میں پیش ہے،

سب سے اہم اور پہلی چیز یہ ہے کہ ہر مسلمان تمام اغراض و مقاصدِ دنیوی سے قطع نظر کر کے اعلاءِ کلمۃ اللہ اور اشاعتِ اسلام اور احکامِ خداوندی کے رواج اور سر سبزی کو اپنا نصب العین بنا لے، اور اس بات کا پختہ عہد کرے کہ حق تعالیٰ کے ہر حکم کو مانوں گا، اور اس پر عمل کرنے کی پوری کوشش کروں گا، اور کبھی خداوند کریم کی نافرمانی نہ کروں گا، اور اس نصب العین کی تکمیل کے لئے اس دستور العمل پر کاربند ہو،

(۱) کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا صحتِ الفاظ کے ساتھ یاد کرنا، اور اس کے معنی و مفہوم کو سمجھنا اور ذہن نشین کرنے کی کوشش کرنا، اور اپنی زندگی کو اس کے موافق بنانے کی فکر کرنا،

(۲) نماز کا پابند ہونا، اس کے آداب و شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرنا، اور ہر رکن میں خداوند کریم کی عظمت و بزرگی اور اپنی بندگی اور بیچارگی کا دھیان کرنا، غرض اس کوشش میں لگے رہنا کہ نماز اس طرح ادا ہو جو اس رب العزت کی بارگاہ میں حاضری کے شایانِ شان ہو، ایسی نماز کی کوشش کرتا رہے اور حق تعالٰی سے اس کی توفیق طلب کرے، اگر نماز کا طریقہ معلوم نہ ہو تو اس کو سیکھے اور نماز میں پڑھنے کی تمام چیزوں کو یاد کرے،

(۳) قرآن کریم کے ساتھ وابستگی اور دلبستگی پیدا کرنا جس کے دو طریقے ہیں؛

(الف) کچھ وقت روزانہ ادب واحترام کے ساتھ معنی ومفہوم کا دھیان کرتے ہوئے تلاوت کرنا، اگر عالم نہ ہو اور معنی ومفہوم سمجھنے سے قاصر ہو تب بھی بغیر معنی سمجھے کلامِ ربانی کی تلاوت کرے اور یہ سمجھے کہ میری فلاح وبہبود اسی میں مضمر ہے، محض الفاظ کا پڑھنا بھی سعادتِ عظمیٰ ہے، اور موجب خیر وبرکت ہی، اور اگر الفاظ بھی نہ پڑھ سکتا ہو تو تھوڑا وقت روزانہ قرآن مجید کی تعلیم میں صرف کرنا،

(ب) اپنے بچوں اور محلہ اور گاؤں کے لڑکوں اور لڑکیوں کی قرآن مجید اور مذہبی تعلیم کی فکر کرنا اور ہر کام پر اس کو مقدم رکھنا،

(۴) کچھ وقت یادِ الٰہی اور ذکر وفکر میں گذارنا، پڑھنے کے لئے کوئی چیز کسی شیخ طریقت متبعِ سنت سے دریافت کرے، ورنہ کلمۂ سوم سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۰ اور درود اور استغفار کی ایک ایک تسبیح صبح اور شام معنی کا دھیان کرتے ہوئے جی لگا کر اور اطمینانِ قلب کے ساتھ پڑھے، حدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے،

(۵) ہر مسلمان کو اپنا بھائی سمجھنا اس کے ساتھ ہمدردی اور غمگساری کا برتاؤ کرنا، صفتِ اسلام کی وجہ سے اس کا ادب واحترام کرنا، ایسی باتوں سے بچنا جو کسی مسلمان بھائی کی تکلیف واذیت کا باعث ہوں،

ان باتوں کا خود بھی پابند بنے اور کوشش کرے کہ ہر مسلمان ان کا پابند بن جائے جس کا طریقہ یہ ہی کہ خود بھی اپنا کچھ وقت دین کی خدمت کے لئے فارغ کری اور دوسروں کو بھی ترغیب دے کر دین کی خدمت اور اشاعتِ اسلام کے لئے آمادہ کرے،

جس دین کی اشاعت کے لئے انبیاءِ کرامؑ نے مشقتیں برداشت کیں، طرح طرح کے مصائب میں مبتلا ہوئے، صحابۂ کرامؓ اور ہمارے اسلاف نے اپنی عمروں کو اس میں صرف کیا اور اس کی خاطر راہِ خدا میں اپنی جانوں کو قربان کیا، اس دین کی ترویج اور بقاء کے لئے تھوڑا وقت نہ نکالنا بڑی بدنصیبی اور خسران ہے، اور یہی وہ اہم فریضہ ہے جسکو چھوڑ دینے کی وجہ سے آج ہم تباہ و برباد ہو رہے ہیں،

پہلے مسلمان ہونے کا مفہوم یہ سمجھا جاتا تھا کہ اپنا جان و مال، عزت و آبرو، اشاعتِ اسلام اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کی راہ میں صرف کرے، اور جو شخص اس میں کوتاہی کرتا تھا وہ بڑا نادان سمجھا جاتا تھا، لیکن افسوس! کہ آج ہم مسلمان کہلاتے ہیں اور دین کی باتوں کو اپنی آنکھوں سے مٹتا ہوا دیکھ رہے ہیں، پھر بھی اس دین کی ترویج اور بقاء کے لئے کوشش کرنے سے گریز کرتے ہیں، غرض علاءِ کلمۃ اللہ اور اشاعتِ دینِ متین جو مسلمان کا مقصدِ زندگی اور اصلی کام تھا، اور جس کے ساتھ ہماری دونوں جہان کی فلاح و ترقی وابستہ تھی اور جس کو چھوڑ کر آج ہم ذلیل و خوار ہو رہے ہیں، اب پھر ہمیں اپنے اصلی مقصد کو اختیار کرنا چاہئے، اور اس کام کو اپنا جزوِ زندگی اور حقیقی مشغلہ بنانا چاہئے، تاکہ پھر رحمتِ خداوندی جوش میں آوے، اور ہمیں دنیا اور آخرت کی سرخروئی اور شادابی نصیب ہو،

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اپنا تمام کاروبار چھوڑ کر بالکل اس کام میں لگجاے بلکہ مقصد یہ ہے کہ جیسا اور دنیوی ضروریات انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں اور انکو انجام دیا جاتا ہے اس کام کو بھی ضروری اور اہم سمجھکر اس کے واسطے وقت نکالا جاتے، جب چند آدمی اس مقصد کے لئے تیار ہو جائیں تو ہفتہ میں چند گھنٹے اپنے محلے اور مہینہ میں تین دن قرب و جوار کے مواضعات میں، اور سال میں ایک چلہ دور کے مواضعات میں، اس کام کو کریں، اور کوشش کریں کہ ہر مسلمان امیر ہو یا غریب، تاجر ہو یا ملازم، زمیندار ہو یا کاشتکار، عالم ہو یا جاہل، اس کام میں شریک ہو جاتے، اور ان امور کا پابند بن جاتے،

کام کرنے کا طریقہ

کم از کم دس آدمیوں کی جماعت تبلیغ کے لئے اوّل اپنے میں سے ایک شخص کو امیر بنادے، اور پھر سب مسجد میں جمع ہوں اور وضو کرکے دو رکعت نفل ادا کریں ... (بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو) بعد نماز مل کر حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کریں اور نصرت و کامیابی اور تائید خداوندی اور توفیقِ الٰہی کو طلب کریں، اور اپنے ثبات اور استقلال کی دعاء مانگیں، دعاء کے بعد سکون و وقار کے ساتھ آہستہ آہستہ حق تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے روانہ ہوں، اور فضول بات نہ کریں، جب اس جگہ پہنچیں جہاں تبلیغ کرنی ہے تو پھر سب مل کر حق تعالیٰ سے دُعاء مانگیں، اور تمام محلہ یا گاؤں میں گشت کرکے لوگوں کو جمع کریں، اوّل ان کو نماز پڑھوائیں اور پھر ان امور کی پابندی کا عہد لیں، اور اس طریقہ پر کام کرنے کے لئے آمادہ کریں، اور ان لوگوں کے ہمراہ گھروں کے دروازوں پر جاکر عورتوں سے بھی نماز پڑھوائیں، اور اُن کی پابندی کی تاکید کریں، جو لوگ اس کام کو کرنے کے لئے تیار ہو جائیں اُن کی ایک جماعت بنادی جائے اور ان میں سے ایک شخص کو ان کا امیر مقرر کر دیا جائے اور اپنی نگرانی میں اُن سے کام شروع کرادیا جائے، اور پھر اُن کے کام کی نگرانی کی جائے، ہر تبلیغ کرنیوالے کو چاہئے کہ اپنے امیر کی اطاعت کرے، اور امیر کو چاہئے کہ اپنے ساتھیوں کی خدمتگذاری اور راحت رسانی ہمت افزائی اور ہمدردی میں کمی نہ کرے، اور قابلِ مشورہ باتوں میں سب سے مشورہ لے کر اس کے موافق عمل کرے،

تبلیغ کے آداب

یہ کام حق تعالیٰ کی ایک اہم عبادت اور سعادتِ عظمیٰ ہے اور انبیائے کرامؑ کی نیابت ہے، کام جس قدر بڑا ہوتا ہے اسی قدر آداب کو چاہتا ہے، اس کام سے مقصد دوسروں کی ہدایت نہیں بلکہ خود اپنی اصلاح اور عبدیّت کا اظہار اور حکمِ خداوندی کی بجا آوری اور حق تعالیٰ کی رضاجوئی ہے، پس چاہیئے کہ امور مندرجہ کو اچھی طرح ذہن نشین کرے اور اُن کی پابندی کرے،

(۱) اپنا تمام خرچ کھانے پینے، کرایہ وغیرہ کا حتیّ الوسع خود برداشت کرے اور اگر گنجائش اور وسعت ہو تو اپنے نادار ساتھیوں پر بھی خرچ کرے،

(۲) اپنے ساتھیوں اور اس مقدّس کام کے کرنے والوں کی خدمت گذاری اور ہمّت افزائی کو اپنی سعادت سمجھے، اور ان کے ادب و احترام میں کمی نہ کرے،

(۳) عام مسلمانوں کے ساتھ نہایت تواضع اور انکساری کا برتاؤ رکھے، بات کرنے میں نرم لہجہ اور خوشامد کا پہلو اختیار کرے، کسی مسلمان کو حقارت اور نفرت کی نظر سے نہ دیکھے، بالخصوص علماءِ دین کی عزّت و عظمت میں کوتاہی نہ کرے، جس طرح ہم پر قرآن و حدیث کی عزّت و عظمت، ادب و احترام واجب اور ضروری ہے، اسی طرح ان مقدس ہستیوں کی عزّت و عظمت، ادب و احترام بھی ضروری ہے، جنکو خدا تعالیٰ نے اپنی اس نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز فرمایا، علماءِ حق کی توہین دین کی توہین کے مترادف ہے، جو خدا کے غیظ و غضب کا موجب ہے،

(۴) فرصت کے خالی وقتوں کو بجائے جھوٹ، غیبت، لڑائی، فساد، کھیل، تماشے کے مذہبی کتابوں کے پڑھنے اور مذہب کے پابند لوگوں کے پاس بیٹھنے میں گذارے جس سے خدا اور رسولؐ کی باتیں معلوم ہوں، خصوصاً ایامِ تبلیغ میں فضول باتوں اور فضول کاموں سے بچے، اور اپنے فارغ اوقات کو یادِ الٰہی اور ذکر و فکر اور درود و استغفار اور تعلیم و تعلّم میں گذارے،

(۵) جائز طریقوں سے حلال روزی حاصل کرے، اور کفایت شعاری کے ساتھ اس کو خرچ کرے اور اپنے اہل و عیال اور دیگر اقرباء کے شرعی حقوق ادا کرے،

(۶) کسی نزاعی مسئلہ اور فروعی بات کو نہ چھیڑے، بلکہ صرف اصل اصول توحید کی طرف دعوت دے، اور ارکانِ اسلام کی تبلیغ کرے،

(۷) اپنے تمام افعال و اقوال کو خلوصِ نیت کے ساتھ مزیّن اور آراستہ کرے، کہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا عمل بھی موجب خیر و برکت ہے، اور باعثِ ثمراتِ حسنہ ہوتا ہے اور بغیر اخلاص کے نہ دنیا ہی میں کوئی ثمرہ نکلتا ہے نہ آخرت میں اجر و ثواب ملتا ہے حضرت معاذؓ کو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا، تو انھوں نے درخواست کی کہ مجھے نصیحت کیجیے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کہ دین کے کاموں میں اخلاص کا اہتمام رکھنا کہ اخلاص کے ساتھ (تھوڑا) عمل بھی کافی ہے،

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ :۔ ”حق تعالیٰ شانہٗ اعمال میں سے صرف اسی عمل کو قبول فرماتے ہیں جو خالص انہی کے لئے کیا گیا ہو“

دوسری جگہ ارشاد ہے :۔ ”حق تعالیٰ شانہٗ تمھاری صورتوں اور تمھارے مال کو نہیں دیکھتے، بلکہ تمھارے قلوب اور تمھارے اعمال کو دیکھتے ہیں“

پس سب سے اہم اور اصل شے یہ ہے کہ اس کام کو خلوص کے ساتھ کیا جائے، ریا و نمود کو اس میں دخل نہ ہو، جس قدر اخلاص ہوگا اسی قدر کام میں ترقی اور سرسبزی ہوگی، اس دستور العمل کا مختصر خاکہ آپ کے سامنے آگیا، اور اس کی ضرورت اور اہمیت پر بھی کافی روشنی پڑ گئی،

لیکن دیکھنا یہ ہے کہ موجودہ کش مکش اور اضطراب و بے چینی میں یہ طریق کار کس حد تک ہماری رہبری کر سکتا ہے؟ اور کہاں تک ہماری مشکلات کو دُور کر سکتا ہے؟ اس کے لئے پھر ہمیں قرآن کریم کی طرف رجوع کرنا ہوگا، قرآن کریم نے ہماری اس جدوجہد کو ایک سودمند تجارت سے تعبیر کیا ہے، اور اس کی جانب اس طرح رغبت دلائی ہے :۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ

”اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے، تم لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ، اور اللہ کی راہ میں تم اپنے مال و جان سے جہاد کرو، یہ تمھارے لئے بہت ہی بہتر ہے، اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو، اللہ تعالیٰ تمھارے گناہ معاف کردے گا، اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کریگا، جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اور عمدہ مکانوں میں جو ہمیشہ رہنے کے باغوں

وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (پ ۲۸، ع ۲)	میں ہوں گے، یہ بڑی کامیابی ہو، اور ایک اور بھی ہے کہ تم اس کو پسند کرتے ہو،

اللہ کی طرف سے مدد اور جلد فتحیابی، اور آپ مؤمنوں کو بشارت دیدیجیے"

اس آیت میں ایک تجارت کا تذکرہ ہے جس کا پہلا ثمرہ یہ ہے کہ وہ عذاب الیم سے نجات دلانے والی ہے، وہ تجارت یہ ہے کہ ہم خدا اور اس کے رسول ؐ پر ایمان لاویں، اور خدا کی راہ میں اپنے جان و مال کے ساتھ جہاد کریں، یہ وہ کام ہو جو ہمارے لئے سراسر خیر ہے، اگر ہم میں کچھ بھی عقل و فہم ہو، اس معمولی کام پر ہمیں کیا منافع ملے گا، ہماری تمام لغزشوں اور کوتاہیوں کو ایک دم معاف کر دیا جائے گا، اور آخرت میں بڑی بڑی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا یہی بہت بڑی کامیابی اور سرفرازی ہو، مگر اس پر بس نہیں بلکہ ہماری چاہتی چیز بھی ہمیں دیدی جائے گی، اور وہ دنیا کی سرسبزی اور نصرت و کامیابی اور دشمنوں پر غلبہ و حکمرانی ہے،

حق تعالیٰ نے ہم سے دو چیزوں کا مطالبہ کیا، اوّل یہ کہ ہم خدا اور اس کے رسول ؐ پر ایمان لاویں دوسرے یہ کہ اپنے جان و مال سے خدا کی راہ میں جہاد کریں، اور اس کے بدلے میں دو چیزوں کی ہم سے ضمانت کی، آخرت میں جنّت اور ابدی چین اور راحت اور دنیا میں نصرت و کامیابی، پہلی چیز جو ہم سے مطلوب ہو وہ ایمان ہے، ظاہر ہے کہ ہمارے اس طریق کا منشا بھی یہی ہے کہ ہمیں حقیقی ایمان کی دولت نصیب ہو، دوسری چیز جو ہم سے مطلوب ہو وہ جہاد ہے، جہاد کی اصل اگرچہ کفار کے ساتھ جنگ اور مقابلہ ہے مگر درحقیقت جہاد کا منشا بھی اعلاء کلمۃ اللہ اور احکامِ خداوندی کا نفاذ اور اجراء ہو، اور یہی ہماری تحریک کا مقصدِ اصلی ہے،

پس معلوم ہوا کہ جیسا کہ مرنے کے بعد کی زندگی کا خوشگوار ہونا اور جنت کی نعمتوں سے سرفراز ہونا، خدا اور رسول ؐ پر ایمان لانے اور اس کی راہ میں جدّ و جہد کرنے پر موقوف ہے، ایسا ہی دنیوی زندگی کی خوشگواری اور دنیا کی نعمتوں سے منتفع ہونا بھی اس پر موقوف ہو کہ ہم خدا اور رسول ؐ پر ایمان لاویں اور اپنی تمام جدوجہد کو اس کی راہ میں صرف کریں،

اور جب ہم اس کام کو انجام دیں گے یعنی خدا اور رسول ؐ پر ایمان لے آویں گے

اور اس کی راہ میں جدوجہد کر کے اپنے آپ کو اعمالِ صالحہ سے آراستہ کر لیں گے تو پھر ہم روئے زمین کی بادشاہت اور خلافت کے مستحق ہو جائیں گے، اور سلطنت و حکومت ہمیں دیدی جائے گی،

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْــــًٔا (پ ۱۸، س نور، ع ۷)

"تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا، جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی، اور جس دین کو ان کے لئے پسند کیا ہے اس کو ان کے لئے قوت دے گا اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو امن سے بدل دے گا، بشرطیکہ میری بندگی کرتے رہیں، اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں"۔

اس آیت میں تمام اُمّت سے وعدہ ہے ایمان و عمل صالح پر حکومت دینے کا، جس کا ظہور عہدِ نبویؐ سے شروع ہو کر خلافتِ راشدہ تک متصلاً ممتد رہا، چنانچہ جزیرۂ عرب آپؐ کے زمانے میں اور دیگر ممالک زمانہ خلفائے راشدینؓ میں فتح ہو گئے، اور بعد میں بھی وقتاً فوقتاً گو اتصال نہ ہو، دوسرے صلحاء ملوک و خلفاء کے حق میں اس وعدہ کا ظہور ہوتا رہا اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا، جیسا کہ دوسری آیت میں ہے، اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ ونحوہ (بیان القرآن)

پس معلوم ہوا کہ اس دنیا میں چین و راحت اور اطمینان و سکون اور عزّت و آبرو کی زندگی بسر کرنے کی اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں کہ ہم اس طریق پر مضبوطی کے ساتھ کاربند ہوں، اور اپنی اجتماعی اور انفرادی ہر قسم کی قوّت اس مقصد کی تکمیل کے لئے وقف کریں،

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (پ ۴، ع ۲)

"تم سب دین کو مضبوط پکڑو اور ٹکڑے ٹکڑے مت بنو"

یہ ایک مختصر "نظامِ عمل" ہے جو درحقیقت اسلامی زندگی اور اسلاف کی زندگی کا نمونہ ہے،

مُلکِ میوات میں ایک عرصہ سے اس طرز پر کام کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، اور اس ناتمام کوشش کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ قوم روز بروز ترقی کرتی جا رہی ہے، اس کام کے وہ برکات وثمرات اس قوم میں مشاہدہ کئے گئے، جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں، اگر تمام مسلمان اجتماعی طور پر اس طریقِ زندگی کو اختیار کرلیں تو حق تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ ان کی تمام مصائب اور مشکلات دُور ہو جائیں گی، اور وہ عزت وآبرو اور اطمینان وسکون کی زندگی پالیں گے، اور اپنے کھوئے ہوئے دبدبے اور وقار کو پھر حاصل کرلیں گے، وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ،

ہر چند کہ میں نے اپنے مقصد کو سُلجھانے کی کوشش کی، لیکن یہ چند تجاویز کا مجموعہ نہیں، بلکہ ایک عملی نظام کا خاکہ ہے، جسکو اللہ کا ایک برگزیدہ بندہ رسیدی ومولائی مخدومی ومخدوم العالم حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ لے کر کھڑا ہوا، اور اپنی زندگی کو اس مقدس کام کے لئے وقف کیا، اس لئے آپ کے لئے ضروری ہے کہ آپ ان بے ربط سطور کے پڑھنے اور سمجھنے پر ہرگز اکتفاء نہ کریں بلکہ اس کام کو سیکھیں، اور اس نظام کا عملی نمونہ دیکھکر اس سے سبق حاصل کریں، اور اپنی زندگی کو اس سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش کریں، اسی جانب متوجہ کرنا میرا مقصود ہے، اور بس،

میری قسمت سے الٰہی پائیں یہ رنگِ قبول
پھول کچھ میں نے چُنے ہیں اُنکے دامن کیلئے

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۝

خاکپائے بزرگانِ دین
محمد احتشام الحسن
مدرسہ کاشف العلوم بستی نظام الدین اولیا دھلی

مختصر فہرست کتب

مکتبہ رشیدیہ قاری منزل متصل پاکستان چوک کراچی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	سائز	صفحات
۱	صدیق اکبرؓ	مولانا سعید احمد اکبر آبادی، ایم اے	۱۸×۲۳/۸	۴۵۴
۲	زبدۃ المناسک	امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ	۲۰×۳۰/۱۶	۱۴۴
۳	اعمالِ قرآنی مکمل (عکسی)	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ	〃	۱۹۲
۴	جمال القرآن کلاں 〃	〃 〃 〃 〃		۳۲
۵	حقوق الاسلام 〃	〃 〃 〃 〃	۲۰×۳۰/۱۶	۳۲
۶	ڈاڑھی کی شرعی حیثیت	شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ	〃	۸
۷	النفائس المرغوبہ	مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ	〃	۱۲۸
۸	اصولِ اسلام 〃	〃 〃 〃 〃	〃	۳۲
۹	تعلیم الاسلام مکمل 〃	〃 〃 〃 〃	〃	۲۸۰
۱۰	سلمان فارسی اور انکا اسلام	شیخ الادب مولانا اعزاز علی 〃	〃	۳۲
۱۱	اسلام اور تجارت	مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہ	〃	۹۶
۱۲	ہمارے پیغمبرؐ	مولانا سید محمد میاں صاحب دیوبندی مدظلہ	〃	۸۰
۱۳	نفیرِ غیب (نعتیہ اشعار)	خواجہ عزیز حسن صاحب غوریؒ	〃	۱۶
۱۴	خطبۂ نکاح اور اسکی تشریح	مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی ایم اے	〃	۳۲
۱۵	اسلام کے تین بنیادی اصول کی تشریح	ڈاکٹر حکیم عبد الحمید صاحب ہومیوپیتھ	〃	۱۳۶

مکتبہ رشیدیہ قاری منزل متصل پاکستان چوک کراچی

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم کی مشہور زمانہ تصانیف

المعروف بہ

تبلیغی نصاب (عکسی)

سہارنپور و بستی نظام الدین اولیاء سائز پر

نمبر	نام کتاب	نمبر	نام کتاب		تبلیغی نصاب
۱	فضائلِ تبلیغ	۵	فضائلِ قرآن		یا ایک جلد میں مجلّد
۲	فضائلِ ذکر	۶	فضائلِ درود شریف		اوپر پلاسٹک کور چڑھا ہوا
۳	فضائلِ نماز	۷	حکایاتِ صحابہ رض		سنہری چھپائی میں
۴	فضائلِ رمضان		ہر کتاب علیحدہ علیحدہ		خرید فرمائیں ؛

مسلمانوں کی پستی کا واحد علاج

تصنیف :۔ مولانا احتشام الحسن صاحب

یہ ۳۲ صفحات کا رسالہ ہے جس میں تبلیغی اصول کی تشریح قرآن و حدیث سے دلنشین طرز پر کی گئی ہے، سائز تبلیغی نصاب،

ان کے علاوہ

خوشنما عکسی، بغدادی، نورانی قاعدے، پارے، پنج پارے اور قران مجید

ملنے کا پتہ

مکتبہ رشیدیہ، قاری منزل، مرار اسٹریٹ متصل پاکستان چوک کراچی ۱

نوٹ :۔ کتابوں کی قیمت و دیگر معلومات کے لئے ایک پوسٹ کارڈ لکھ کر فہرست کتب مفت طلب کیجئے